قرآن حکیم کی سورتوں کے مضامین
کا اجمالی تجزیہ

از: ڈاکٹر اسرار احمدؒ
ترتیب وتدوین: سید برہان علی

سُورۂ سَبَا

یہ سورۂ مبارکہ چھ رکوعوں پر مشتمل ہے۔ اس کا زمانۂ نزول مکہ کا متوسط یا ابتدائی دور محسوس ہوتا ہے۔ اس سورۃ میں کفار کے ان اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے جو وہ نبی اکرم ﷺ کی دعوت اور آپ کی نبوت پر طنز و استہزاء اور بے ہودہ الزامات کی شکل میں کرتے تھے۔

اس سورۃ کا آغاز ''الحمد للّٰہ'' کے الفاظ سے ہوا ہے اور یہ امر باعثِ دلچسپی ہے کہ ''الحمد للّٰہ'' سے شروع ہونے والی سورتیں قرآن حکیم میں سات سات پاروں کے وقفہ سے آئی ہیں۔ سب سے پہلی سورۃ ''الفاتحہ'' کا آغاز ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ سے ہوا ہے' پھر ساتویں پارے میں سورۃ الانعام ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ کے الفاظ سے شروع ہوئی' پھر پندرھویں پارے میں سورۃ الکہف ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰي عَبْدِهِ الْكِتٰبَ﴾ کے الفاظ سے شروع ہوئی۔ اس کے بعد بائیسویں پارے میں دو سورتیں سورۂ سبا اور سورۂ فاطر ''الحمد للّٰہ'' کے الفاظ سے شروع ہوتی ہیں۔ حمدِ باری تعالیٰ کے موضوع پر سورۂ سبا اور سورۂ فاطر کا جوڑا بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ چنانچہ اس سورۃ کا آغاز بڑا پُرجلال ہے:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ① يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ ②﴾

''تمام شکر اور کُل تعریف اُس اللہ کے لیے ہے جو آسمان وزمین کی ہر شے کا مالک ہے' اور اُسی کے لیے حمد و ثنا ہے آخرت میں بھی' اور وہی کمال حکمت والا اور ہر شے سے باخبر ہے۔ وہ جانتا ہے جو کچھ داخل ہوتا ہے زمین میں (خواہ پانی کا ایک قطرہ ہی ہو جو زمین میں جذب ہو جاتا ہے) اور جو کچھ اُس سے نکلتا ہے (خواہ ایک بیج ہی ہو جس کے زمین میں پھوٹنے سے پتیاں باہر نکلتی ہیں) اور (جانتا ہے) جو کچھ اُترتا ہے آسمان

سے اور جو کچھ چڑھتا ہے اس میں۔ اور وہ رحمت اور مغفرت فرمانے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا‘ توحید اور ایمان باللہ کے اس بیان کے بعد آخرت اور اس کے بعد رسالت کا ذکر ہوا۔ چنانچہ آیت ۳ میں ارشاد ہوا: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ؕ﴾ ''اور کہتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کی روش اختیار کی کہ قیامت نہیں آئے گی''۔ اس کا جواب دیا: ﴿قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ﴾ ''آپ کہہ دیجیے: کیوں نہیں! میرے رب کی قسم جو کل غیب کا جاننے والا ہے وہ ضرور آئے گی''۔ اس کے بعد آیت ۶ میں رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے حق ہونے کا تذکرہ ہے۔ فرمایا: ﴿وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ﴾ ''اور جانتے ہیں (اہلِ کتاب میں سے) وہ لوگ جن کو علم دیا گیا ہے کہ (یہ قرآن) جو آپ کے ربّ کی طرف سے آپ پر نازل ہوا ہے‘ وہ سچ اور حق ہے۔''

دوسرے رکوع میں حضرات داؤد وسلیمان علیہما السلام کا ذکر ہے۔ پہلے ان دونوں پر اللہ کی طرف سے کیے گئے انعامات کا تذکرہ ہوا کہ ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے فضیلت عطا کی کہ پہاڑ اور پرندے ان کے ساتھ تسبیح پڑھتے تھے اور ہم نے ان کے لیے لوہے کو نرم کر دیا اور انہیں ہدایت کی کہ اس کی زرہیں بنائیں اور کڑیوں کے جوڑنے میں مناسب اندازہ کریں اور وہ سب نیک کام کیا کریں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے حوالے سے ذکر ہوا کہ ہم نے ہوا کو اُن کے لیے مسخر کر دیا تھا اور ان کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا ایک چشمہ بہا دیا اور ایسے جن اُن کے تابع کر دیے جو اللہ کے حکم سے اُن کے آگے کام کرتے تھے۔ ان انعامات کے تذکرے کے بعد فرمایا: ﴿اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۭ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ⑬﴾ ''(اللہ نے جو کچھ تمہیں عطا کیا ہے) اے آلِ داؤد اس پر عمل کرو شکر کرتے ہوئے‘ حال یہ ہے کہ تھوڑے ہی بندے شکر گزار ہوتے ہیں''۔ (آیات ۱۰‘۱۳)

آیت ۱۴ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کے متعلق بتایا گیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی موت کا حکم صادر کر دیا تو جنات کو ان کی موت کا علم نہیں ہوا۔ آخر کار جب گھن نے اُن کے عصا کو کھالیا اور حضرت سلیمانؑ گر پڑے تو جنات کو ان کی موت کا پتا چلا۔ اگر جن غیب کا علم جانتے ہوتے تو وہ اتنا عرصہ ذلت کی تکلیف میں نہ رہتے۔ اس سے دونوں باتیں ظاہر ہوتی ہیں کہ جن اگر بزعم خود غیب دانی کا دعویٰ کرتے ہوں تو وہ غلط ہے اور اگر عام لوگ جنوں کو غیب دان سمجھتے ہوں تو ان کی غلط فہمی کا بھی ازالہ ہو گیا۔

اس کے بعد قوم سبا کا ذکر ہوا جو اپنے وقت کی بڑی مہذب قوم تھی اور بڑے سرسبز وشاداب علاقے کی مالک تھی۔ غالباً تاریخِ انسانی کا پہلا بند ان کے علاقہ یمن میں باندھا گیا جس سے ہر طرف ہریالی‘ شادابی اور خوشحالی پیدا ہوئی۔ اس خوشحالی میں بجائے اللہ کے شکر کے اُن میں سرکشی پیدا ہوتی چلی گئی‘ جس کے نتیجہ میں بند ٹوٹ گیا اور سیلاب سے ان کا سارا علاقہ تباہ وبرباد ہو گیا۔ اس طرح اللہ کے غضب نے اُس قوم کو انتہائی عروج سے گرا کر اس گڑھے میں پھینک دیا جہاں سے پھر کوئی مغضوب قوم سر نہیں اٹھا سکی۔ (آیات ۱۵ تا ۱۷)

تیسرے رکوع کے آخر میں وہ آیت ہے جو اکثر ہماری تقریروں میں بطور حوالہ بیان ہوتی ہے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَاۗفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ㉘﴾

''اور (اے محمد ﷺ) ہم نے نہیں بھیجا ہے آپ کو مگر تمام انسانوں کے لیے بشیر ونذیر بنا کر‘ لیکن اکثر لوگوں

کو معلوم نہیں ہے۔''

اس سے پہلے آیت ۶ میں محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے حق ہونے کا ذکر تھا اور اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے عالمگیر ہونے کا بیان ہے کہ آپؐ کی بعثت کی غرض یہ ہے کہ آپ تمام نوعِ انسانی کو اچھے اور برے اور نیک و بد کی تعلیم دیں اور نیکیوں پر خوشخبری دیں اور برائیوں پر لوگوں کو جہنم کے عذاب سے ڈرائیں۔ اب جو سمجھ دار ہوں گے وہ تو آپ کی بات مان لیں گے لیکن دنیا میں اکثریت جاہلوں اور ناسمجھوں کی ہے۔

چوتھے رکوع میں ہٹ دھرمی اور کفر کی روش اختیار کرنے والوں کا قول نقل ہوا ہے:

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ﴾

''اور کفر کرنے والے کہتے ہیں کہ ہم نہ اس قرآن پر ایمان لائیں گے اور نہ اس سے پہلے والے پر۔''

یہاں تورات کے لیے بھی قرآن کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ آگے ضعفاء اور منکرین کے مکالمے کا ذکر ہے — فرمایا: کاش تم دیکھ پاتے کہ یہ ظالم جب اپنے ربّ کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے تو آپس میں مکالمہ کریں گے۔ نچلے طبقات کے دبے اور کچلے ہوئے لوگ استکبار اور گھمنڈ کی روش اختیار کرنے والے لوگوں سے کہیں گے کہ تم لوگ ہمیں ورغلاتے رہے، اگر تم نہ ہوتے تو ہم ایمان لے آتے! جواب میں وہ ان ضعفاء سے کہیں گے کہ کیا ہم نے تم کو ایمان لانے اور ہدایت کی روش اختیار کرنے سے روکا تھا؟ تم تو خود ہی مجرم تھے۔ پھر وہ ضعیف اور کمزور لوگ ان متکبرین سے کہیں گے کہ تمہاری تو ہر وقت یہ چال تھی، تم ہمیں حکم دے رہے تھے کہ ہم کفر کریں اور اللہ کے مدمقابل کسی کو شریک ٹھہرائیں۔ پھر جب یہ سب لوگ عذاب کو اپنے سامنے دیکھیں گے تو اپنی ندامت کو اندر ہی اندر چھپائیں گے اور ہم ان کے گلوں میں ان کے عمل کی پاداش میں طوق ڈال دیں گے۔ (آیات ۳۱۔۳۳)

آیت ۳۷ میں مال اور اولاد کے بارے میں بتایا گیا کہ یہ چیزیں تمہیں ہم سے قریب کرنے والی نہیں ہیں، ہاں اگر ایمان اور عملِ صالح کی بنیاد مضبوط ہے تو پھر یہ بھی ذریعہ تقرب بن سکتے ہیں۔ صالح اولاد سے بڑا صدقہ جاریہ اور کوئی نہیں ہے۔ اگر انسان اپنے پیچھے نیک اولاد چھوڑ کر مرے تو اس کے لیے نیکیوں کا ایک سلسلہ جاری رہے گا۔

آیت ۴۰، ۴۱ میں ملائکہ پرستی کی نفی کی گئی ہے۔ فرمایا: ''اور جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو جمع کرے گا پھر فرشتوں سے کہے گا: کیا یہ لوگ تم کو پوجا کرتے تھے؟ تو وہ عرض کریں گے کہ تیری ذات پاک ہے، ہمارا تعلق تو تجھ سے ہے نہ کہ ان لوگوں سے۔''

چھٹے رکوع میں بہت اہم انداز اختیار کیا گیا: ﴿قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ......﴾

''(اے نبی ﷺ!) ان سے کہہ دیجیے کہ میں تم کو صرف ایک بات سمجھاتا ہوں کہ تم محض اللہ کے واسطے کھڑے ہو جاؤ، دو دو اور ایک ایک کر کے، پھر ذرا سوچو (کہ تمہاری محفلوں میں جس بات کا چرچا ہے کیا وہ صحیح ہو سکتی ہے؟) تمہارے رفیق (نبی مکرم ﷺ) کو کوئی جنون لاحق نہیں ہے، یہ تو تمہیں ایک بڑے عذاب کے آنے سے پہلے خبردار کرنے والے ہیں۔ اور (اے نبی ﷺ) آپ فرما دیجیے کہ اگر میں نے تم سے (تبلیغِ رسالت پر) کوئی اجرت طلب کی ہو تو وہ تم ہی کو مبارک ہو، میرا اجر تو اللہ کے ذمہ ہے جو ہر چیز پر نگران ہے۔ ان سے کہہ دیجیے کہ میرا ربّ حق کو (باطل کے سر پر) کھینچ مارتا ہے اور وہ غیب کی باتوں کو

خوب جانتا ہے۔ان سے کہہ دیجیے کہ حق آ گیا اور باطل نہ پہل کرے اور نہ پھر آئے۔ان سے کہیے کہ اگر میں گمراہ ہو گیا ہوں تو اس کا وبال مجھ پر ہی آئے گا اور اگر میں ہدایت پر ہوں تو اس کی وجہ وحی ہے جو اللہ کی طرف سے مجھ پر آتی ہے۔وہ یقیناً سب کچھ سننے والا اور قریب ہے۔'' (آیات ۴۳ تا ۵۰)

سُورۂ فاطر

یہ سورۂ مبارکہ پانچ رکوعوں پر مشتمل ہے اور یہ غالباً مکہ کے درمیانی دور میں نازل ہوئی ہے' جبکہ نبی اکرم ﷺ کی مخالفت اچھی خاصی شدت اختیار کر چکی تھی اور آپؐ کی دعوت کو ناکام بنانے کے لیے ہر طرح کی بری سے بری چالیں چلی جا رہی تھیں۔اس سورۃ کا آغاز بھی الحمد للّٰہ کے مبارک کلمات سے ہوا ہے اور اس کے مضامین سابقہ سورۃ یعنی سورۂ سبا کے مضامین سے گہری مشابہت رکھتے ہیں۔پہلے رکوع میں توحید' رسالت اور معاد' جو بنیادی ایمانیات ہیں' بڑی جامعیت کے ساتھ بیان ہوئے ہیں۔

توحید کا لُبِ لُباب یہ ہے کہ انسان کو یہ یقین ہو جائے کہ جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ اللہ کے اِذن سے ہوتا ہے اور تمام خیر و شر اسی کے ہاتھ میں ہے۔یہی بات آیت ۲ میں بیان ہوئی ہے:

﴿مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۲﴾

''اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے اپنی جس رحمت کا دروازہ بھی کھولنا چاہے تو اس کا روکنے والا کوئی نہیں' اور جو کچھ وہ روک دے تو اسے اللہ کے بعد کوئی بھیجنے والا نہیں۔اور وہ غالب' حکمت والا ہے۔''

اگلی چار آیات میں سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کا بیان فرما رہا ہے۔دوسری آیت میں نبی ﷺ کو تسلّی دی جا رہی ہے کہ یہ صرف آپ ہی کو نہیں جھٹلا رہے ہیں بلکہ آپ سے پہلے آنے والے بہت سے رسول جھٹلائے جا چکے ہیں۔اس کے بعد قیامت کے حوالہ سے بتایا گیا کہ اللہ کا وعدہ حق ہے اور یہ اپنے وقت پر آ کر رہے گی۔یہ دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈالنے پائے اور انتہائی دھوکے باز شیطان تمہیں اس مغالطہ میں مبتلا کر کے جری نہ بنا دے کہ گناہوں سے بچنے کی کیا ضرورت ہے' جبکہ اللہ بڑا غفور و رحیم اور نکتہ نواز ہے۔یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے' اس لیے تم بھی اسے اپنا دشمن ہی سمجھو۔وہ تو لوگوں کو اپنی پارٹی میں شامل کرنے کی تگ و دو کر رہا ہے تا کہ وہ دوزخیوں میں شامل ہو جائیں!

دوسرے رکوع میں آنحضور ﷺ سے ارشاد ہو رہا ہے کہ آپؐ ان لوگوں کے حال پر حسرت و افسوس اور رنج و غم کی وجہ سے اپنی جان ضائع نہ کیجیے۔جو کچھ یہ کر رہے ہیں اللہ خوب جانتا ہے۔

اس رکوع میں ایک اہم قانونِ فطرت بھی بیان ہوا ہے: ﴿اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ؕ﴾ ''اُس کی طرف چڑھتے ہیں پاک کلمات اور نیک اعمال ان کو بلند کرتے ہیں''۔یعنی کلمہ طیبہ تو دعوتِ حق ہے اور اس کو بلند کرنے والی شے عمل صالح ہے۔اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا اس قانون پر بنائی ہے کہ حق کے لیے بھی اہل حق کو محنت کرنی پڑے گی' قربانیاں دینی پڑیں گی۔چنانچہ اعمالِ صالحہ کے بغیر کلماتِ طیّبات پوری رفعت شان حاصل نہیں کر سکتے۔

تیسرے رکوع میں ابتدائی طور پر قیامت کا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ اُس روز ہر ایک کو اپنا بوجھ خود اٹھانا ہوگا' کوئی کسی دوسرے کا بوجھ اٹھانے والا نہ ہوگا' خواہ کوئی عزیز ترین رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے بعد نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا جارہا ہے کہ آپ تو صرف ایسے لوگوں کو خبردار کر سکتے ہیں جو غیب میں ہوتے ہوئے بھی تقویٰ کی روش اختیار کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کوئی اپنا تزکیۂ نفس کرتا ہے تو اپنے ہی بھلے کو کرتا ہے (کہ اُس سے اس کی اپنی سیرت و کردار کو بالیدگی حاصل ہوتی ہے۔) اور اللہ ہی کی طرف لوٹ جانا ہے۔ دیکھو! نہ تو اندھے اور آنکھوں والے برابر ہیں' نہ تاریکی اور روشنی ایک جیسی ہیں' نہ ہی سایہ اور تپتی دھوپ یکساں ہیں' اور نہ ہی زندہ اور مردہ برابر ہیں۔ پھر فرمایا کہ اللہ جس کو چاہتا ہے سنوا دیتا ہے' اور اے نبی ﷺ آپ نہیں سنا سکتے ان کو جو قبروں میں ہیں۔ آپ تو بس ایک خبردار کرنے والے ہیں۔ (یہاں مردہ سے مراد وہ نہیں ہیں جو مر کر دفن ہو چکے ہوں بلکہ یہاں ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو اصل میں ہیں تو زندہ' چلتے پھرتے ہیں' دیکھتے اور سنتے ہیں' لیکن ان کی روح اندر سے مردہ ہو چکی ہے اور ان کے قلب گویا مقبروں کے اندر دفن ہو چکے ہیں۔) آگے فرمایا:

﴿اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۭ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴿۲۴﴾﴾

''ہم نے آپؐ کو بھیجا ہے حق کے ساتھ بشیر اور نذیر بنا کر۔ اور کوئی قوم ایسی نہیں گزری جس میں کوئی خبردار کرنے والا نہ بھیجا گیا ہو۔''

آیت ۲۸ میں ایک بہت اہم جملہ آیا ہے: ﴿اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ۭ﴾ ''اللہ کی صحیح خشیت ان ہی بندوں میں ہوتی ہے جو صاحبِ علم ہوں''۔ یہاں علم کا جو مقام از روئے قرآن ہے وہ سامنے آتا ہے۔ علم کے حوالے سے یہ نوٹ کر لیں کہ علم کی دو قسمیں ہیں: علم الابدان اور علم الادیان۔ اگر انسان کی نظر محض علم الابدان یعنی سائنس اور ٹیکنالوجی پر ہی جمی رہے تو یہ دجالی فتنہ بن جاتی ہے' لیکن اگر انسان کے سامنے فطرت کے کسی مظہر (phenomenon) کا انکشاف ہو تو اللہ کی صناعی' اُس کی خلاقی اور اُس کی قدرت دیکھ کر اس کے دل میں اللہ کی عظمت کا اضافہ ہو جائے تو یہ ﴿اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ۭ﴾ کی مطلوب کیفیت ہے۔

آیت ۲۹ میں قرآن حکیم کی تلاوت کرنے' نماز قائم کرنے اور اللہ کی راہ میں چھپے اور اعلانیہ خرچ کرنے والوں کے بارے میں ارشاد ہوا کہ یہ لوگ امیدوار ہیں ایسی تجارت کے جس میں نفع ہی نفع ہے اور گھاٹے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو نہ صرف پورا پورا اجر دے گا بلکہ اپنے فضل سے اس سے بھی زیادہ عطا فرمائے گا۔

آیت ۳۱ میں نبی مکرم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا کہ جو کتاب ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے وہی حق ہے اور وہ اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق بھی کرتی ہے۔ آیت ۳۲ اس اعتبار سے بہت اہم ہے کہ اس میں اُمتِ مُسلمہ کے افراد کی تین اقسام بیان کر دی گئی ہیں:

﴿ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۳۲﴾﴾

''پھر ہم نے اپنے بندوں میں سے اُن لوگوں کو اس کتاب کا وارث ٹھہرایا جن کو ہم نے منتخب فرمایا۔ پھر ان میں سے بعض تو اپنے نفس پر ظلم کر رہے ہیں' اور بعض ان میں سے متوسط درجے کے ہیں' اور بعض ان میں

(باقی صفحہ 19 پر)